

حصّہ نمبر

© NCERT  
not to be republished

© NCERT  
not to be republished

## داستان

داستان عام طور پر ایک ایسے طویل اور مسلسل قصے کو کہتے ہیں جس میں واقعات کو پُرکشش انداز میں اس طرح پیش کیا گیا ہو کہ پڑھنے والے کی دلچسپی اور تجسس برقرار رہے، اور وہ یہ سوچتا رہے کہ اب کیا ہوگا؟ داستان میں عام واقعات کے علاوہ مافوق الفطرت واقعات بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ اس میں جن، پری اور دیو وغیرہ کے حیرت انگیز کارنامے اور ایسے حادثات جو انسانی فطرت سے بعید ہوں بیان کیے جاتے ہیں۔ حسن و عشق کی رنگین باتیں، شہزادوں، پریوں کی ملاقاتیں، عشق کی باتوں میں چھوٹی بڑی وارداتیں، پیچیدگیاں، الجھنیں، حیرت و استعجاب کے طویل سلسلے، زبان و بیان کی دل کشی اور لطافت داستان کے وہ لازمی اجزاء ہیں جو قاری کے لیے دلچسپی و دل بستگی اور مسرت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ عام طور سے داستانوں کے اندر قصوں کے کئی سلسلے ہوتے ہیں، یا ایک قصے کے اندر دوسرے کئی قصے بیان کیے جاتے ہیں۔

تاریخی اعتبار سے داستانیں عہد وسطیٰ کی یادگار ہیں۔ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ عافیت کا ایسا گوشہ تلاش کرتی ہے جہاں اس کو تسکین اور مسرت کا سامان میسر ہو اور جو اس کے خوابوں کی تعبیر ہو اور اسے دنیا کے تفکرات سے نجات دلا سکے اور یہ ضرورت داستان پوری کرتی تھی۔

قدیم زمانے میں داستان گوشاہی درباروں سے وابستہ ہوا کرتے تھے۔ وہ داستانیں سنا کر بادشاہوں کا دل بہلاتے تھے۔ داستانیں سننے اور سنانے کا رواج عوام میں عام تھا۔

اردو زبان کی بہت سی داستانیں سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ یہ داستانیں عرب و ایران پہنچیں۔ عربی و فارسی میں ان کے ترجمے ہوئے، پھر ہندوستان واپس آکر وہ اردو کے قالب

میں نمودار ہوئیں۔ بیتال پچھسی، کلیلہ و دمنہ، سنگھاسن بتیسی، طوطا کی کہانی اور گل بکاؤلی وغیرہ اسی قبیل کی داستانیں ہیں۔ کچھ داستانیں ایسی بھی ہیں جو عرب و ایران میں پیدا ہوئیں، ہندوستان آئیں اور یہاں ان کے ترجمے ہوئے۔ مثلاً سب رس، الف لیلہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ کچھ داستانیں ایسی بھی ہیں جو شاید ایران سے آئی ہوں لیکن ہندوستان میں زبانی طور پر سنانے کے دوران بہت بدل گئیں اور انھوں نے مقامی رنگ اختیار کر لیا۔ ان میں ”داستان امیر حمزہ“ اور خاص کر اس کی ایک طویل داستان ”طلسم ہوش ربا“ بہت مشہور و مقبول ہے۔ میرامن کی ”باغ و بہار“ بھی اسی سے ماخوذ تھی لیکن دراصل اردو کی داستان بن کر بے حد مقبول ہوئی۔ کچھ داستانیں جیسے ”فسانہ عجائب“، ”سروشِ سخن“، ”رانی کیتکی کی کہانی“ وغیرہ اصلاً اردو ہی میں لکھی گئیں۔ یہ کتابیں اگرچہ داستان کی تعریف پر کما حقہ پوری نہیں اترتیں، مگر داستانی عناصر کا غلبہ ہونے کی وجہ سے ان کو داستان ہی کہا جاتا ہے۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کی ”فسانہ آزاد“ نئے اور پرانے کے امتزاج کی ایک دلچسپ مثال ہے کیوں کہ یہ داستان کے طرز پر لکھی گئی لیکن اسے ناول ہی کہا جاتا ہے۔

# میرامن

(1837 – 1750)

میرامن دہلی کے رہنے والے تھے۔ جب دہلی کے حالات خراب ہو گئے تو بہت سے ادیبوں اور شاعروں نے دلی چھوڑ دی اور تلاش معاش کے لیے کئی شہروں کا رخ کیا۔ میرامن نے بھی دلی چھوڑی، کوکاتہ (کلکتہ) پہنچے اور فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہو گئے۔ یہاں انھوں نے فورٹ ولیم کالج کے اردو کے استاد ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر انگریز طلباء کو اردو سکھانے کے لیے قصہ چہار درویش کا ترجمہ ”باغ و بہار“ کے نام سے کیا۔ یہ ترجمہ 1802 میں مکمل ہوا لیکن 1804 میں شائع ہوا۔ اسی سال میرامن نے ”گنج خوبی“ نامی داستان بھی لکھی۔ میرامن نے لکھا ہے کہ ”باغ و بہار“ کی زبان وہی ہے جو دلی کے بچے بوڑھے، جوان، مرد، عورت اور ہندو مسلمان بولتے ہیں۔ میرامن سے پہلے میر عطا حسین خاں تحسین بھی ”نوطر زمرع“ کے نام سے اس قصہ کا ترجمہ کر چکے تھے۔

باغ و بہار میں پانچ قصے ہیں، چار درویشوں کے قصے اور پانچواں خواجہ سگ پرست کا قصہ۔ بادشاہ آزاد بخت کا قصہ دراصل سگ پرست کا قصہ ہے۔ باغ و بہار میں ہر قسم کے فوق فطری عناصر موجود ہیں۔ دیو، پری، بلائیں، جادوگر اور عجیب الخلق جانور۔ اس میں اُس زمانے کی تہذیب و معاشرت کی عکاسی بھی کی گئی ہے۔ میرامن کی زبان سادہ، سلیس اور بامحاورہ ہے۔ فارسی اور عربی الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندی الفاظ بھی نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ قافیہ بندی اور کہاوتوں کے استعمال نے زبان کو مزید پر لطف بنا دیا ہے۔ باغ و بہار میں اخلاقی رنگ بھی ہے اور حسن و عشق کی رنگینیاں بھی۔ اس میں اچھی داستان کی ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں لیکن یہ غالباً کسی مجمع میں داستان کے طور پر سنائی نہیں گئی۔

## سرگذشت، آزاد بخت بادشاہ کی

اے شاہو! بادشاہ کا اب ماجرا سنو  
جو کچھ کہ میں نے دیکھا ہے اور ہے سنا، سنو  
کہتا ہوں میں فقیروں کی خدمت میں سر بہ سر  
احوال میرا خوب طرح دل لگا، سنو

میرے قبلہ گاہ نے جب وفات پائی اور میں اس تخت پر بیٹھا، عین عالم شباب کا تھا اور  
سارا یہ ملک روم کا میرے حکم میں تھا۔ اتفاقاً ایک سال کوئی سوداگر بدخشاں کے ملک سے آیا اور  
اسباب تجارت کا بہت سا لایا۔ خبرداروں نے میرے حضور میں خبر کی کہ ایسا بڑا تاجر آج تک شہر  
میں نہیں آیا، میں نے اس کو طلب فرمایا۔

وہ تجھے ہر ایک ملک کے، لائق میری نذر کے، لے کر آیا۔ فی الواقع ہر ایک جنس  
بے بہا نظر آئی۔ چنانچہ ایک ڈبیا میں ایک لعل تھا نہایت خوش رنگ اور آب دار، قد و قامت  
درست اور وزن میں پانچ مثقال کا۔ میں نے باوجود سلطنت کے ایسا جواہر کبھونہ دیکھا تھا اور نہ  
کسو سے سنا تھا، پسند کیا۔ سوداگر کو بہت سا انعام و اکرام دیا اور سند راہ داری کی لکھ دی کہ اس  
سے ہماری تمام قلمرو میں کوئی مزاحم محصول کا نہ ہو اور جہاں جاوے، اس کو آرام سے رکھیں۔ وہ  
تاجر حضور میں دربار کے وقت، حاضر رہتا اور آداب سلطنت سے خوب واقف تھا اور تقریر و خوش گوئی  
اُس کی لائق سننے کے تھی اور میں اُس لعل کو ہر روز جواہر خانے سے منگوا کر سر دربار دیکھا کرتا۔

ایک روز دیوان عام کیے بیٹھا تھا اور اُمراء، ارکانِ دولت اپنے اپنے پایے پر کھڑے  
تھے اور ہر ملک کے بادشاہوں کے ایلچی، مبارک باد کی خاطر جو آئے تھے، وہ بھی سب حاضر تھے۔

اُس وقت میں نے موافق معمول کے اُس لعل کو منگوا لیا۔ جواہر خانے کا داروغہ لے کر آیا۔ میں ہاتھ میں لے کر تعریف کرنے لگا اور فرنگ کے ایلچی کو دیا۔ اُن نے دیکھ کر تبسم کیا اور زمانہ سازی سے صفت کی۔ اسی طرح ہاتھوں ہاتھ ہر ایک نے لیا اور دیکھا اور ایک زبان ہو کر بولے کہ قبلہ عالم کے اقبال کے باعث یہ میسر ہوا ہے، والا نہ کسو بادشاہ کے ہاتھ آج تک ایسا رقم بے بہا نہیں لگا۔ اُس وقت میرے قبلہ گاہ کا وزیر، کہ مردِ دانا تھا اور اسی خدمت پر سرفراز تھا، وزارت کی چوکی پر کھڑا تھا، آداب بجالایا اور التماس کیا کہ کچھ عرض کیا چاہتا ہوں اگر جاں بخشی ہو۔

میں نے حکم کیا کہ کہہ۔ وہ بولا: قبلہ عالم! آپ بادشاہ ہیں اور بادشاہوں سے بہت بعید ہے کہ ایک پتھر کی اتنی تعریف کریں۔ اگرچہ رنگ، ڈھنگ، سنگ میں لاثانی ہے، لیکن سنگ ہے۔ اور اس دم سب ملکوں کے ایلچی دربار میں حاضر ہیں، جب اپنے اپنے شہر میں جاویں گے، البتہ یہ نقل کریں گے کہ عجب بادشاہ ہے کہ ایک لعل کہیں سے پایا ہے، اسے ایسا تحفہ بنایا ہے کہ ہر روز روبہ رومنگاتا ہے اور آپ اُس کی تعریف کر کر سب کو دکھاتا ہے۔ پس جو بادشاہ یا راجا یہ احوال سنے گا، اپنی مجلس میں ہنسے گا۔ خداوند ایک ادنیٰ سوداگر نیشاپور میں ہے؛ اُس نے بارہ دانے لعل کے، کہ ہر ایک سات سات مشقال کا ہے، پٹے میں نصب کر رکھتے کے گلے میں ڈال دیے ہیں۔ مجھے سنتے ہی غصہ چڑھ آیا اور کھسیا نے ہو کر فرمایا کہ اس وزیر کی گردن مارو۔

جلادوں نے ووں ہی اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور چاہا کہ باہر لے جاویں، فرنگ کے بادشاہ کا ایلچی دست بستہ روبہ رو آکھڑا ہوا۔ میں نے پوچھا کہ تیرا کیا مطلب ہے؟ اُس نے عرض کی: اُمیدوار ہوں کہ تقصیر سے وزیر کی واقف ہوں۔ میں نے فرمایا کہ جھوٹھ بولنے سے اور بڑا گناہ کون سا ہے، خصوصاً بادشاہوں کے روبہ رو؟ اُن نے کہا: اس کا دروغ ثابت نہیں ہوا؛ شاید جو کچھ کہ عرض کی ہے، سچ ہو۔ ابھی بے گناہ کا قتل کرنا درست نہیں۔ اس کا میں نے یہ جواب دیا کہ ہرگز عقل میں نہیں آتا، ایک تاجر کہ نفع کے واسطے شہر بہ شہر اور ملک بہ ملک خراب ہوتا پھرتا ہے اور کوڑی کوڑی جمع کرتا ہے؛ بارہ دانے لعل کے، جو وزن میں سات سات مشقال کے

ہوں، کتے کے پٹے میں لگا دے۔ اُس نے کہا: خدا کی قدرت سے تعجب نہیں، شاید کہ باشد۔ ایسے تحفے اکثر سوداگروں اور فقیروں کے ہاتھ آتے ہیں، اس واسطے کہ یہ دونوں ہر ایک ملک میں جاتے ہیں اور جہاں سے جو کچھ پاتے ہیں، لے آتے ہیں۔ صلاحِ دولت یہ ہے کہ اگر وزیر ایسا ہی تقصیر وار ہے تو حکم قید کا ہو، اس لیے کہ وزیر، بادشاہوں کی عقل ہوتے ہیں اور یہ حرکت سلاطینوں سے بد نما ہے کہ ایسی بات پر، کہ جھوٹے بیچ اس کا ابھی ثابت نہیں ہوا، حکم قتل کا فرمائیں اور اس کی تمام عمر کی خدمت اور نمک حلائی بھول جائیں۔ بادشاہ سلامت! اگلے شہر یاروں نے بندی خانہ اسی سبب ایجاد کیا ہے کہ بادشاہ یا سردار اگر رُسو پر غضب ہوں، تو اُسے قید کریں۔ کئی دن میں غصہ جاتا رہے گا اور بے تقصیری اُس کی ظاہر ہوگی؛ بادشاہ خونِ ناحق سے محفوظ رہیں گے، کل کو روزِ قیامت میں ماخوذ نہ ہوں گے۔

میں نے جتنا اُس کے قائل کرنے کو چاہا، اُس نے ایسی معقول گفتگو کی کہ مجھے لا جواب کیا۔ تب میں نے کہا کہ خیر، تیرا کہنا پذیرا ہوا، میں خون سے اس کے درگزر را؛ لیکن زنداں میں مقید رہے گا۔ اگر ایک سال کے عرصے میں اس کا سخنِ راست ہوا، کہ ایسے لعل کتے کے گلے میں ہیں، تو اس کی نجات ہوگی! اور نہیں تو بڑے عذاب سے مارا جاوے گا۔

## مشق

### لفظ و معنی

سرگذشت	:	گذرا ہوا احوال، واقعہ
ماجرا	:	قصہ
سر بہ سر	:	شروع سے آخر تک، تمام تر



قبلہ گاہ	:	کعبہ شریف کی طرح قابل احترام، مراد والد۔ اردو میں عام طور پر باپ کو قبلہ گاہی، قبلہ، کعبہ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔
اسباب	:	سامان، مال
فی الواقع	:	حقیقت میں
بے بہا	:	بہت قیمتی، جس کی قیمت کا اندازہ نہ لگایا جاسکے
آب دار	:	چمک دار
مِثقال	:	ایک وزن جو ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہوتا ہے
کبھو	:	کبھی
کسو	:	کسی
سندِ راہ داری	:	ملک میں آمد و رفت کا اجازت نامہ
قلمرو	:	سلطنت
مزاحم	:	رکاوٹ ڈالنے والا، روکنے والا
خوش گوئی	:	اچھی گفتگو، خوش کلامی
اُمرا	:	امیر کی جمع، دولت مند لوگ
ارکانِ دولت	:	حکومت کے کارندے
ایلیچی	:	سفیر
نیشاپور	:	ایران کا ایک مشہور شہر
زمانہ سازی	:	ظاہر داری، بناوٹ، تکلف، خوشامد، مکاری
قبلہ عالم	:	بادشاہوں کا لقب
اقبال	:	خوش نصیبی
وَالَا نہ	:	ورنہ، اور نہیں تو

اصل معنی گنتی (نگ، عدد) لیکن یہاں پر یہ ہیرے جواہرات کے عدد کے معنی میں آیا ہے	:	رقم
درخواست	:	اہتماس
دور	:	بعید
بے مثال	:	لائانی
آمنے سامنے	:	روبرو
گاڑنا، لگانا	:	نصب کرنا
قصور، غلطی	:	تقصیر
جھوٹ	:	دروغ
شاید ایسا ہی ہو	:	شاید کہ باشد
حکومت کی مصلحت، مناسب صلاح	:	صلاحِ دولت
بادشاہ	:	شہریار
قید خانہ	:	بندی خانہ
گرفتار ہونا، پکڑا جانا	:	ماخوذ ہونا
قبول ہونا، مان لیا جانا	:	پذیرا ہونا
معاف کرنا	:	درگزر کرنا
قید خانہ	:	زندان
ٹھیک، درست	:	راست

## غور کرنے کی بات

- بدخشاں افغانستان کا مشہور شہر جہاں کے لعل مشہور ہیں۔

- وَاللّٰہُ اصل میں لفظ وَالّٰہ ہے جسے اس زمانے میں وَالّٰہ نہ بھی بولتے تھے۔ میرامن نے باغ و بہار میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال کیا ہے۔
- ”کبھو“ ”کسو“ باغ و بہار میں یہ لفظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں ان کے معنی ہیں کبھی، کسی۔ کبھو، کسو اب نہیں بولے جاتے۔
- ”جھوٹھ“ ”یے“ ان لفظوں کا املا جواب رائج ہے وہ ہے ”جھوٹ“ ”یہ“ ”کرکر“ اب مستعمل نہیں۔ زیادہ تر لوگ ”کرکے“ بولتے ہیں۔
- میرامن کے اسلوب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ کہیں کہیں انھوں نے ہم قافیہ الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ اس سبق میں بھی کئی جگہ ہم قافیہ الفاظ آئے ہیں۔ ان پر غور کیجیے جیسے: ملک سے آیا اور اسباب تجارت کا بہت سالایا۔
- میرامن کے یہاں اکثر جملوں کی ساخت بھی آج کی زبان سے ذرا مختلف ہے۔ ان لفظوں اور جملوں پر غور کیجیے:
- ”سارایہ ملک“ ”اس وقت میں نے موافق معمول کے“ ”بادشاہوں کے اپنی مبارک بادی کی خاطر جو آئے تھے“۔
- ان جملوں کو آج کی زبان میں بالترتیب اس طرح لکھا جائے گا: یہ سارا ملک، اس وقت میں معمول کے موافق، بادشاہوں کے جو اپنی مبارک بادی کی خاطر آئے تھے۔
- ”سلاطینوں“ اصل لفظ سلطان ہے جس کے کئی معنی ہیں۔ اردو میں عام طور پر حکمران یا بادشاہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع سلاطین ہے۔ پُرانے زمانے میں ایسے بہت سے الفاظ کو دوبارہ جمع کی شکل میں بنا کر بولتے تھے جیسے سلاطین سے سلاطینوں، شکایات سے شکایاتوں، علما سے علماؤں
- باغ و بہار محض قصہ گوئی نہیں اس میں ایک خاص زمانے کی تہذیب و معاشرت کی عکاسی

- بھی ہے۔ اس سبق کی عبارت کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ
- (1) بادشاہ کو کسی بھی چیز کی زیادہ تعریف نہیں کرنی چاہیے۔
  - (2) جھوٹ بولنا سخت گناہ کی بات ہے۔
  - (3) بے گناہ کا قتل درست نہیں۔
  - (4) کسی کی نمک حلائی اور خدمت کو بھولنا نہیں چاہیے۔

## سوالات

1. داستان کسے کہتے ہیں اور اس کی اہم خصوصیات کیا ہیں؟
2. میرامن کے طرزِ تحریر کی اہم خصوصیات کیا ہیں؟
3. بادشاہ نے سوداگر کو کیا کیا سہولتیں دے رکھی تھیں؟
4. وزیر نے بادشاہ کو کیا نصیحت کی؟
5. بادشاہ نے وزیر کو سزا کیوں دی؟
6. فرنگ کے بادشاہ کے سفیر نے وزیر کو سزائے موت سے کیسے بچا لیا؟

## عملی کام

- اُردو کی اہم داستانوں کے نام معلوم کر کے لکھیے۔
- سبق میں بہت سی تراکیب آئی ہیں جیسے ”ارکانِ دولت“ اور ”قبلہ گاہ“ وغیرہ۔ کوئی پانچ تراکیب لکھیے۔
- سبق سے کچھ ہم قافیہ الفاظ انتخاب کر کے لکھیے۔
- میرامن کی زبان سادہ، سلیس اور بامحاورہ زبان ہے۔ اس خیال کی تصدیق میں سبق سے دو جملے تلاش کر کے لکھیے۔